

رسائل وسائل

ایک سے زائد شادیوں کی گنجائش یا خواہش

س : موجودہ دور میں مردوں کی دوسری شادی (پہلی بیوی کی موجودگی میں) کے معاملے میں میں نے جتنا غور کیا ہے تو یوں لگتا ہے کہ اگر چہ شریعت نے مرد کو یہ اختیار دیا ہے لیکن عملًا یہ اختیار پہلی بیوی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان بہت اچھی ہنسی ہم آہنگی بھی ہو، اور خوش گوارا زدواجی زندگی گزار رہے ہوں، اس کے باوجود شوہر یا تو اپنی فطری خواہش کی وجہ سے دوسری شادی کرنا چاہتا ہو، یا پھر کسی ایسی بے سہارا خاتون کو سہارا دینے کے لیے کرنا چاہتا ہو جو کہ خود بھی ایک دین دار اور خوف خدار کھنے والی خاتون ہو، مگر پہلی بیوی اس بات کو پسند نہ کرے اور ایسے میں مرد بیوی کی ناراضی اور گھر میں ناچاقی کے ڈر سے اپنے ارادے سے باز رہے، تو کیا بیوی گناہ گار ہوگی کہ اس نے اللہ کے عطا کردہ اختیار کو استعمال کرنے سے روک دیا؟

اس معاملے میں دوسری رکاوٹ ہمارا معیار زندگی ہے۔ عورتیں اپنے شوہروں سے مطالبه کرتی ہیں کہ بالکل علیحدہ گھر کا انتظام کریں مگر ہماری ضروریات اور لوازمات اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ آج کے اس مہنگائی کے دور میں عملًا یہ ممکن نہیں رہا۔ بہت ہی کم لوگ ہیں جو اس کا بار اٹھا سکتے ہیں۔ اگر دونوں بیویوں کو ایک ہی گھر میں رکھا جائے تو کیا یہ اسلامی معاشرت کا ایک اچھا نمونہ کہلانے کے قابل ہو گا یا اس کے بخلاف؟

میں اپنی بات کو عمومیت سے ہٹا کر خاص اپنے معاملے کو آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتی ہوں۔ میری عمر ۳۶ سال ہے، شادی کو ۱۱ سال ہوئے ہیں اور چھے بیچے ہیں۔

دعوتِ دین کی جدوجہد سے وابستہ ہونے کی حیثیت سے میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے کہ ہم خواتین کا اصل کام یہ ہے کہ ہم عملاً اسلامی معاشرت کو اپنے گھروں میں زندہ کریں۔ کیونکہ خواتین کا اصل میدان تہذیبی اور معاشرتی میدان ہے۔

پھر میں نے یہ سوچا کہ اسلام تو دینِ فطرت ہے۔ تعددِ ازدواج مرد کی فطرت سے قریب تر ہو گا اس لیے اس کی اجازت دی گئی ہے۔ پھر شریعت میں انفرادی مصلحت پر اجتماعی مصلحت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس اجازت کی بدولت معاشرے کی بہت سی بے سہار خواتین کے حقوق کا تحفظ ممکن بنایا گیا ہے۔ دوسری طرف پہلی بیوی کے لیے یہ بات اگر اتنی ناگوار ہے تو شاید قصور شریعت کا نہیں بلکہ ہمارے اپنے مزاج کا ہے۔ شریعت کے احکام تو فطرت پر ہیں مگر ہمارا نفس شاید فطرت کے خلاف استوار ہو چکا ہے۔ میرے قریبی حلقة میں بعض ایسی خواتین ہیں جو یا تو یہو ہو گئیں یا انھیں طلاق دے دی گئی ہے۔ بہت سوچ بچار اور بارہا استخارے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اپنے شوہر کی دوسری شادی مکمل رضامندی کے ساتھ کر دوں۔ میرے شوہرنے بھی میرے اوپر چھوڑا ہے کہ آپ راضی ہوں تو میں دوسری شادی کروں گا۔ عقلی طور پر بہت سے دلائل میں اس فیصلے کے حق میں جمع کر چکی ہوں مگر جذباتی طور پر تمام دوسری عورتوں کی طرح میں بھی اسے ایک نہایت مشکل مرحلہ سمجھتی ہوں۔ اگر میں اپنے شوہر کو اس سے روک دوں یا خوش دلی سے آمادہ نہ ہوں، تو پوری زندگی مجھے یہ احساس رہے گا کہ میں شریعت کی مصلحتوں کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوں۔

بہت سوچ کر میں نے ایک بالعمل اور عمر سیدہ تحریکی خاتون سے مشورہ کیا جنہوں نے میری رائے کی نظر کرتے ہوئے کہا کہ: یہ تو تم خود اپنے آپ کو آزمائیں میں ڈال رہی ہو۔ اللہ کو یہ مطلوب ہرگز نہیں ہے کہ بندہ خود کو مشکل میں ڈالے اور نہ تو یہ کوئی عزیمت کا راستہ ہے، نہ کسی متروک اسلامی روایت کا احیا ہی ہے۔ بالکل غلط سوچ ہے تمہاری۔ جب مردم تھارا شہر اس ضمن میں زبردستی نہیں کر رہا تو اپنی زندگی میں تختی نہ بھرو۔ اس بات پر میں مطمئن نہ ہو سکی۔ ایک طرف اپنی اس بہن کے بارے میں سوچتی ہوں

جو بے سہارا ہے اور وہ حدیث ذہن میں آتی ہے کہ اسلامی معاشرے کی ہر اینٹ دوسری کو تقویت دیتی ہے۔ دوسری طرف مجھے معلوم ہے کہ میرے شوہر کی بھی خواہش ہے لیکن وہ مجھے ناراض نہیں کرنا چاہتے۔ تیسرا طرف یہ بھی دیکھتی ہوں کہ میرے شوہر کو اللہ تعالیٰ نے معاملہ فہمی، وسعت ظرف اور عدل جیسی خوبیاں عطا کی ہیں۔ پھر جب کسی قدر اپنے دل کی تنگی کو رکاوٹ بتا محسوس کرتی ہوں تو اپنے فہم کے مطابق مجھے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مجھے بہر حال اس راستے کو اختیار کرنا چاہیے کیونکہ شاید یہی عزیمت ہے اور دوسری صورت میں، نہیں رخصت کو اختیار کروں گی۔ عزیمت کو اختیار کرنے کے لیے مجھے اپنی کمزوریوں کو دُور کرنا چاہیے اور اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔

ج: یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اس گھنے گزرے دور میں بھی تحریک اسلامی سے وابستہ خواتین کو ایسے حساس معاملات میں جن میں خود ان کے جذبات اور حقوق متاثر ہوتے ہوں، اپنی ذات سے بلند ہو کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور رب کریم کی نافرمانی سے بچنے کی خواہش انھیں زیادہ عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ تحریک اسلامی سے وابستہ اور دیگر خواتین کو بھی اپنی ذاتی پسند، سہولت اور خواہش سے بلند ہو کر قرآن و سنت پر عمل کرنے کی توفیق دے، آمین!

سوال میں تین اہم پہلو غور طلب ہیں: اول اسلام کے معاشرتی اور عائیل نظام میں بنیادی اکائی یک زوجی کی ہے یا تعدد کی اور اس حوالے سے سنت مطہرہ سے کیا اصول و بدایت ملتی ہے؟ دوم: اسلامی معاشرے میں بیوہ اور مطلقہ خواتین کا مسئلہ کس طرح حل کیا جائے؟ سوم: یہ کہ اگر ایک شادی شدہ شخص جو اپنی بیوی سے مطمئن ہو، اللہ نے اسے اولاد بھی دی ہو، ذہنی اور فکری سکون بھی اسے حاصل ہو لیکن وہ مزید نکاح کا خواہاں ہو، تو کیا اس کا قرآن کی دی ہوئی 'اجازت' کا استعمال کرنا اس کا اپنے ساتھ، اپنی بیوی اور اولاد کے ساتھ عدل کا رو یہ ہوگا؟

ضمی طور پر یہ پہلو بھی غور کا مطالبہ کرتا ہے کہ اگر ایک شخص نکاح ثانی کا خواہاں ہو اور اس کے پاس مالی وسائل نہ ہوں یا موجود ہوں تو کیا محض وسائل کی موجودگی اسے ایک 'شرعی' اجازت کو استعمال کی اجازت دیتی ہے، یا اس کے مقابلے میں وہ افراد جو بھی تک شادی شدہ نہ ہوں انھیں ترجیحی بنیاد پر ایسی خواتین کو اپنانا چاہیے؟

قرآن کریم نے ایک عمومی اصول جو تمام اہل ایمان کے لیے بیان فرمایا ہے وہ اپنی بساط سے زیادہ بوجھ کا نہ اٹھانا ہے۔ حضرت عمر بن عاصیؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: اے عبد اللہ! کیا میں نے یہ ٹھیک سنائے ہے کہ تم مستقل روزے رکھتے ہو اور رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا ب ایسا مت کیا کرو، روزہ رکھو بھی اور نہ بھی رکھو اور راتوں کو کھڑے ہو کر عبادت بھی کیا کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر ایک حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر ایک حق ہے۔ تمہارے پاس ملاقات کے لیے آنے والوں کا بھی تم پر ایک حق ہے۔“ (تفقیف علیہ)

ظاہر ہے تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرنے میں ہتنا اضافہ کیا جائے، وہ ایک فرد کے اپنے نقطہ نظر سے مطلوب و محبوب چیز ہوگی، لیکن ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہ کوئی تقویٰ کا حامل ہو سکتا ہے اور نہ تقویٰ کی صحیح تعلیم دینے والا۔ آپؐ ایک فرد اور اس کے متعلقات کے حقوق میں جس توازن و اعتدال کا حکم دے رہے ہیں وہ محض روزے تک محدود نہیں ہو گا۔ اس متفق علیہ حدیث پر قیاس کرتے ہوئے پہلی بات تو یہ یاد رکھنے کی ہے کہ رمضان کا روزہ فرض ہے لیکن نفلی روزہ، فرض کا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ قرآن و سنت کی روشنی میں غیر شادی شدہ شخص کا نکاح کرنا ایمان کی تکمیل کا ذریعہ اور سنت رسولؐ کی اتباع ہے۔ فقهی طور پر اگر ایک غیر شادی شدہ شخص اس سنت کا انکار کرتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں وہ آپؐ کی امت سے خارج ہو سکتا ہے، لیکن جو اس فرض کو ادا کر کے صاحب اولاد اور صاحب سکون ہو، اس کا دوسرا یا تیسرا شادی کرنا نہ واجب ہے اور نہ اللہ کے ہاں جواب دہی کا باعث۔ جس نے اس واجب پر عمل کر لیا، اس کے لیے دوسرا شادی و جب میں شامل نہیں ہو گی اور نتیجتاً دوسرے نکاح کے نہ کرنے سے نہ وہ کسی معصیت کا ارتکاب کرے گا، نہ کسی حق کو پایاں کرے گا بلکہ وہ اپنے، اپنی بیوی اور اپنی اولاد کے حقوق کے صحیح طور پر ادا کرنے کی اولیت (priority) کو برقرار رکھ کر زیادہ اجر کا مستحق ہو گا۔ مزید یہ کہ قرآن کے اصول لا یُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ط (آل بقرہ ۲۸۶:۲)

کی وضاحت اور درج کی گئی حدیث سے جس طرح ہوتی ہے اس کی روشنی میں اس معاملے پر

غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اصل مسئلہ محض شوہر کی خواہش کا نہیں ہے بلکہ شوہر پر واجب اُن حقوق کا ہے، جن کی اولیت ایک ایسے کام کے کرنے سے جو اس پر واجب نہیں ہے متاثر ہوتی ہے اور اس مصلحت کی بنا پر اس کا خود کو یہ سمجھا کر مطمئن کرنا کہ وہ دوسری شادی اجتماعی مفاد کی بنا پر کر لے، درست نہیں ہوگا۔ ہاں، اس صورت حال میں وہ افراد جو ابھی تک شادی شدہ نہیں ہیں ان پر فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ایسی نیک اور صالح خواتین کو اپنے عقد میں لیں جو یہوہ یا مطلقہ ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عقد حضرت خدیجہؓ سے ہوا جو یہوہ تھیں اور تمام زندگی آپؐ کی نگاہ میں انتہائی محترم اور محبوب شخصیت رہیں اور ان کی حیات مبارکہ میں آپؐ نے اس اجازت پر غور نہیں فرمایا۔

اس پس منظر میں سوال کے پہلو پہلو پر غور کیا جائے تو یوں نظر آتا ہے کہ سورہ نساء میں چار کی حد تک اجازت کا سیاق و سبق عموم کا نہیں بلکہ حالتِ اضطرار سے قریب تر ہے۔ چنانچہ اصلاً زور اسی بات پر ہے کہ ایک کے ساتھ نکاح ہو اور اس کے ساتھ عدل کا رو یہ اختیار کیا جائے۔ یہ عدل محض مادی معاملات میں نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں نفسیاتی، دینی اور روحانی تعلق کے ساتھ تمام معاشرتی پہلوؤں سے عدل شامل ہے۔ اسی بنا پر فرمایا گیا کہ اگر ایسا عدل کر سکو تو دوسرے نکاح کا خیال کرو ورنہ ایک ہی پر اپنی تمام خواہش کے باوجود قانون رہو۔

اگر دیکھا جائے تو ایک شوہر کو پہلو نکاح سے حاصل ہونے والے فوائد میں جہاں فطری تسلیں شامل ہے، وہاں نفسیاتی اور دینی طور پر جو تعلق اس توар ہو جاتا ہے وہ یکساں اہمیت کا حامل ہے۔ باہمی اعتقاد، قلب و نظر کا سکون، مادی پیمانوں سے ناپانہیں جاسکتا۔ اسی لیے اس رشتے کو قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی ایک آیت قرار دیا ہے۔ دوسری شادی اس قسمی فطری تعلق کو بگاڑنے کا ایک مکمل ذریعہ بن سکتی ہے۔ اس لیے اس سے قطع نظر کہ پہلی یوں دوسری شادی کی شکل میں خوش ہوتی ہے یا ناراض، عالمی زندگی کے اسلامی مقاصد دوسری شادی سے نکراتے ہیں۔

دوسرا ہم پہلو مطلقہ یا یہوہ صالح مسلم خواتین کے معاشرتی مقام کا ہے۔ بعض علاقوں میں دیگر مذاہب کے زیر اثر مسلمانوں میں بھی یہ تصور عام ہو گیا کہ یہوہ کی عظمت تمام زندگی اپنے شوہر سے وفاداری کے طور پر شادی نہ کرنے میں ہے۔ یہ ایک خالص غیر اسلامی تصور ہے۔ اسلام اس تصور کو رد کرتا ہے اور یہ سنت رسولؐ سے ثابت ہے۔ اسی بنا پر سید احمد شہیدؒ نے اپنے بھائی کی یہوہ

سے نکاح کر کے اس غیر اسلامی تصور کی اصلاح کرنا اپنا فرض سمجھا۔ اس لیے یہودہ کا عقد ثانی کرنا یا مطلقہ کا عقد ثانی کرنا اسلام کے معاشرتی نظام کے مقاصد سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص پہلے سے شادی شدہ ہو وہی ایسی خواتین کا سہارا بنے بلکہ اسلام کا مدعای نظر آتا ہے کہ معاشرے کے جو افراد غیر شادی شدہ ہوں انھیں اس طرف متوجہ کیا جائے اور اس طرح کے رشتہوں کی بہت افواہی کی جائے۔

جیسا کہ آغاز میں عرض کیا گیا تعداد ازدواج کی یہ تعبیر کہ ایک سے زائد شادی کرنا مرد کی فطرت سے قریب ہے، ایک قیاس اور تعبیر کا معاملہ ہے۔ شریعت کا مدعا ایسا نظر نہیں آتا۔ کسی کام کی اجازت ایک استثناء بھی ہو سکتی ہے اور عموم بھی۔ سورہ نساء کی آیت پر غور کیا جائے تو اس اجازت میں عموم نہیں پایا جاتا بلکہ استثنائی اور اضطراری کیفیت کی طرف رحجان نظر آتا ہے تاکہ ہر دور میں بدلتے حالات میں قرآنی قانون سازی پر یکساں عمل کیا جاسکے۔ آپ نے جو صورت حال تحریر فرمائی ہے اس میں محض 'خواہش' معموق بنا دیں ہیں بن سکتی بلکہ اگر ایسی 'خواہش' ہے تو موجودہ یہوی سے ہی اس کا پورا کرنا دین کامدعا ہے۔

یہ بات بھی واضح ہونی چاہیے کہ عالمی زندگی بجائے خود ایک اجتماعی عمل ہے۔ اس لیے انفرادی اور اجتماعی مصلحت کے فلسفے کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ بے سہارا خواتین کے عقد کے لیے انفرادی اور اجتماعی کوشش لازماً کرنی چاہیے لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ایک مسئلے کے حل کرنے کی غرض سے ایک خاندان کے نظام کو، اس کے سکون کو اور یہوی اور اولاد کے حقوق کو نہ ثانوی حیثیت دی جاسکتی ہے اور نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ کسی شادی شدہ خاتون کا وقتی طور پر یہ سمجھنا کہ وہ اپنے جذبات کو تھوڑی بہت محنت سے اور اسے 'عزیمت' سمجھتے ہوئے بخوبی گھر کے معاملات میں شراکت گوارا کر لے گی، اپنے آپ کو محض خوش نہیں میں رکھنا ہے۔ رہاستخارے کا معاملہ تو استخارہ ان تمام معاملات میں کرنا سنت ہے جہاں بظاہر ایک معقول حل نظر نہ آ رہا ہو لیکن جن معاملات میں عقل اور تجربہ، دونوں ایک معاملے میں متفق ہوں وہاں استخارہ غیر ضروری ہے۔

گھروں میں اسلامی طرز معاشرت کی جیتی جاتی تصوری کے لیے شوہر کا دوسرا شادی کرنا نہ شرط اول ہے نہ شرط ثانی۔ البتہ بے سہارا خواتین کے عقد کے لیے کوشش ایک دینی فریضہ ہے۔

کیا آج ہمارے معاشرے میں ایسے بے شمار افراد موجود نہیں ہیں، جو بڑی عمر تک وسائل نہ ہونے کی بنا پر شادی مورخ کرتے رہتے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ جو صاحب اس مسئلے کے حل کے لیے دل چھپ رکھتے ہیں وہ ایک ایسے مرد کو وہ تمام وسائل فراہم کر دیں جو اس کو نکاح کرنے کے لیے درکار ہوں اور اس طرح وہ بے سہارا خاتون اور وسائل کی کمی کے سبب شادی سے محروم رہنے والا ایک مسلمان، دونوں کی ضرورت پوری ہو جائے۔

اپنے آپ کو جان بوجھ کر آزمائش میں ڈالنادین کا مدعا ہے نہ عقل کا مطالبہ۔ اس کے باوجود ایک باشور مسلم خاتون کا بے سہارا مسلم خواتین کی مدد کے لیے اپنی خاندانی زندگی کو آزمائش سے دوچار کرنا ایک قابلی قدر جذبہ تو ہے لیکن اسے شریعت کا مطالبہ تصور کرنا درست نہیں۔

اصولی بات یہ ہے کہ اسلام نے دوسری شادی کی نہ ترغیب دی ہے اور نہ مخالفت کی ہے اور نہ واضح حوصلہ بخٹکنی کی ہے۔ بس اس کا دروازہ کھلا رکھا ہے تاکہ حقیقی ضرورت کی صورت میں استفادے کا موقع موجود رہے۔ فیصلہ فرد کو اپنے ضمیر اور دینی اور خاندانی زندگی کے استحکام کے مصالح کو سامنے رکھ کر کرنے کا اختیار دیا ہے۔ البتہ یہ انتباہ واضح الفاظ میں کر دیا ہے کہ انصاف ہر صورت میں شرط لازم ہے۔ ایسے نا زک امور کو جذبات یا عزیمت اور گناہ کے تخلیقاتی احساسات کے تحت طے کرنا شریعت اور عقل دونوں کے اعتبار سے محل نظر ہے۔ البتہ جو اجتماعی مسئلہ اس سوال کا باعث ہے، وہ اپنی جگہ اہم ہے اور اس کا حل فرداورمعاشرے کی اخلاقی اصلاح اور تربیت ہی میں ضمیر ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

ہم نے آج تراویح میں کیا پڑھا؟ اردو اور سندھی زبان میں تراویح کے دوران روزانہ پڑھے جانے والے قرآن کریم کے حصے کا خلاصہ اور قرآنی و مسنون دعائیں مع آسان ترجمہ مفت تقسیم کی جا رہی ہیں۔ خواتین و حضرات عام ڈاک کے لیے 15 روپے اور ارجمنٹ میل سروں کے لیے 55 روپے کے ڈاک ٹکٹ درج ذیل پتے پر روانہ کریں:

ڈاکٹر ممتاز عمر، 473-T، کورنگی نمبر 2، کراچی - 74900